Similarities of thoughts between Baba Bulhy Shah and Alama Muhammad Iqbal

بلھے شاہ اور علامہ اقبال کے افکار میں مماثلت

Dr.Saima Batool*[1]
Assistant Professor, Department Of Punjabi, Lahore College for Women University, Lahore.
Aqsa Arshad*[2]
MS Scholar , Department of Punjabi, Govt College University Lahore.
Dr.Almas Tahira*[3]
Lecture, Department of Punjabi, Lahore College For Women University Lahore.

1*ڈاکٹر صائمہ بتول
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پنجابی، لاہور کالج فار وویمن یونیورسٹی، لاہور
2.*اقصیٰ ارشد
ایم ایس سکالر، شعبہ پنجابی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
3*ڈاکٹر الماس طاہرہ
لیکچرار، شعبہ پنجابی، لاہور کالج فار وویمن یونیورسٹی، لاہور

Correspondance: saminabatool@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 13-02-2025
Accepted:25-03-2025
Online:28-03-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the

ABSTRACT: Baba Bulhay Shah and Iqbal's way of teaching thoughts and the way of conveying their message is identical. Not only did Baba Bulhey Shah and Allama Iqbal present the philosophy of self conaissaince but also they gave the message of peace love brother hood tolerance.Bulhey shah is an ancient sufi poet and Alama Iqbal iS a modern poet.They wrote poetry on religious ,political,ethical,cultural and national topics.Their poetry is a name of continuous experience. They both are like illuminated minarets.
They defined in their poetry lesson of action ,condemnation of arrogance,moral education,instability of the world,real life realization ,concept of eshaq e haqiqee, lesson of hope,welfare of the people ,determination ,self identity,unity and reform,self respect ,continuous struggle,compassion,mercy and

love.Both poets were bold and had spiritual depth revolutionary and motivational aspect in their poetry. In this research paper it is tried to explain the similar thoughts of baba bulhey and Dr.Allama Iqbal with the examples from their poetry .

terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

KEYWORDS: Ancient, modern, struggle, motivational, revolutionary, tolerance, political, ethical, brotherhood

بابابلھے شاہ اور علامہ اقبال کے درس عمل اور پیام کی اساس ایک ہی ہے علامہ اقبال کے ہاں کسوٹی ہے، ایک معیار ہے، ترازو ہے، جس پر اُنھوں نے ہر خیال کو پرکھا جانچا، ناپا اور تولا۔ اُنھوں نے مغرب اور مشرق کے تمام عظیم شعرا کے افکار کو مد نظر رکھتے ہوئے جدید اور قدیم نظریات و افکار کی آمیزش سے اپنے پیام اور تصور کی بنیاد رکھی۔ بابابلھے شاہ اور علامہ اقبال کا پیغام یا فلسفہ حیات کیا ہے؟ اس کا جواب ایک لفظ میں بھی دیا جا سکتا ہے اور وہ ہے خودی معرفت اپنی ذات کو پہچاننا یہی نظریہ حیات بلھے شاہ سمیت تمام صوفی شعراء نے پیش کیا اور اسی کو علامہ اقبال نے اپنے افکار کی بنیاد بنایا اس لئے علامہ اقبال کو جدید صوفی شاعر بھی مانا جاتا ہے۔ بلھے شاہ اپنے کلام میں بلھیا کیہ جاناں میں کون کا راگ الاپتے ہیں تو اسی تصور کو علامہ اقبال خودی کا نام دے کر بارہا اس کا ذکر کرتے ہیں۔ خودی فارسی زبان کا لفظ ہے اور مختلف جگہوں پر اس کے معنی مختلف ہیں ۔علامہ اقبال کے کلام میں خودی کے معنی اپنے آپ کو پہچاننا اپنی اصل اور اپنی حقیقت کا ادراک ہے اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ انسان کو یہ معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ نے اس کے اندر کیا کیا قابلیتیں جوہر اور صلاحیتیں رکھی ہیں اور وہ کس طرح ان صلاحیتوں اور قابلیتوں کو بروے کار لا کر اپنی اور اپنے ارد گرد انسانیت کی بھلائی کر سکتے ہیں۔

خودی سے مراد خود کو پہچاننا اور عمل، کوشش، محنت اور لگن سے عظیم مقاصد کی تکمیل کرنا ہے اور انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لئے اُس کو انسانیت کی فلاح و بہبود اور راحت کے لئے خود کو ان کی جگہ رکھ کے ان کے دکھوں تکلیفوں کو خود اپنی ذات میں محسوس کرنا ہے بابابلھے شاہ اور علامہ اقبال کے نزدیک خودی یا خود کو پہچاننا نام ہے احساس غیرت مندی کا، جذبہ خودداری کا اپنی ذات و صفات کے پاس و احساس کا، اپنی انا کو شکست سے محفوظ رکھنے کا، حرکت و توانائی کو زندگی کا ضامن سمجھنے کا' مظاہرات فطرت سے برسرپیکار رہنے کا اور دوسروں کا سہارا تلاش کرنے کی بجائے اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کا۔ علامہ اقبال اور بلھے شاہ کے نزدیک خودی کا تحفظ حیات کا تحفظ ہے اور خودی کا استحکام حیات کا استحکام ہے اس حوالے دے بلھے شاہ فرماتے ہیں:

ےنہ میں بھیت مذہب داپایا

نہ میں آدم حوا جایا

نہ کجھ اپنا نام دھرایا

نہ وچ بیٹھن نہ وچ بھون

بلھیا کیہ جاناں میں کون

اول آخر آپ نوں جاناں

نہ کوئی دوجا ہور پچھاناں

میتھوں ودھ نہ کوئی سیانا

بلھیا اوہ کھڑا اے کون

بلھیا کیہ جاناں میں کون (1)

اپنے آپ کو پہچاننے اور اپنی ذات کے ادراک کی طرف توجہ دلاتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

؎ اپنے من میں ڈوب کر پا جا سُراغِ زندگی

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن(2)

بابا بلھے شاہ اور علامہ اقبال نے جہاں اپنی ذات کا سراغ لگانے پر زور دیا ہے وہاں ہی اُن کے کلام سے امن‘ محبت‘ اخوت‘ رواداری‘ اور عمل کا درس ملتا ہے تکبر کی مذمت، صبر اور برداشت کی تلقین،اصل زندگی کا ادراک‘اُمید کا دامن تقاضئہ دنیا کی بے ثباتی ، عشق حقیقی کا تصور ارادے کی پختگی ہی منزل کے حصول کی ضامن‘ دوسروں کی مدد اور فلاح کے ساتھ ساتھ حق بات کہنے کا درس ملتا ہے۔ان دونوں جدید و قدیم صوفی شعراء کے کلام میں روحانی گہرائی اور انقلابی سوچ دکھائی دیتی ہے ان کی شاعری کے موضوعات مذہبی‘سیاسی‘ انقلابی‘فوجی تہذیبی اور سیاسی نوعیت کے ہیں وہ جا بجا برابری، انسانیت اور اخلاص نیت کا پرچار کرتے دکھائی دیتے ہیں ان کی شاعری مسلسل ایک تجربے کا نام ہے۔ قلندر صوفی اور فقیر جو دیکھ رہے ہوتے ہیں وہ دوسروں کو نظر نہیں آتا اس لئے دنیا والے اُن پر کفر کے فتوے تک لگا دیتے ہیں۔ جیسے بابا بلھے شاہ سی بے باکی اور نڈری کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

؎ جس پایا بھیت قلندر دا

راہ کھوجیا اپنے اندر دا

اوہ واسی ہے سکھ مندر دا

جھے کوئی نہ چڑھدی لہندی اے

مونہہ آئی بات نہ رہندی اے(3)

حق سچ بات کہنا قلندروں کا وطیرہ رہا ہے:

؎ ہزار خوف ہوں لیکن زبان ہو دل کی رفیق

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق(4)

بلھے شاہ نے اپنی شاعری میں دنیا کی بے ثباتی کا بار بار ذکر کیا ہے اور اس کی ناپائیداری کا احساس دلایا ہے۔ وہ مجذوب اور فقیر ہو کر بھی عقل و دانائی کی باتیں سمجھاتے ہیں۔ غفلت اور لاپرواہی کو ترک کر کے نیکیاں کرنے کا درس دیتے ہیں وہ تلقین کرتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے عارضی ہے یہاں نہ پیغمبر رہے، نہ پیر نہ ہی یوسف جیسا لاثانی حسن دریا اور نہ ہی اآڑنے والا سلیمانی تحت ہر ایک کو اپنا وقت پورا کر کے اس جہان فانی سے رخصت ہونا ہے۔اس لئے آخرت کی فکر کرنی چاہیے اور ہمیشہ کی زندگی کے لئے سامان اکٹھا کرنا چاہیے دنیا کی ہر شے کو زوال ہے اس حوالے سے بابا بلھے شاہ فرماتے ہیں۔ انسان زندگی پانی کے بلبلے کی طرح ہے اگر غور کیا جائے تو انسان کے پاس بہت مختصر وقت ہے اور اس کی زندگی ایک دم ایک سانس کے سوا کچھ بھی نہیں زندگی ناقابل اعتبار ہے۔بلھے شاہ سے اتفاق کرتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

ے ''زندگی انسان کی اک دم کے سوا کچھ بھی نہیں
دم ہوا کی موج ہے دم کے سوا کچھ بھی نہیں''(5)

ے ''کتھے تخت سلیمان والا
وچ ہوا اڈ دا سی بالا
اوہ وی قادر آپ سنبھالا
کوئی زندگی دا اعتبار نہیں''(6)

بابا بلھے شاہ اور علامہ اقبال کی شاعری انقلابی نوعیت کی ہے وہ برابری اخلاص نیت اور انسانیت کا درس دینے والے شاعر ہیں۔ تمام صوفی شعراء کی طرح بلھے شاہ اور پھر جدید صوفی شاعر علامہ اقبال اپنی شاعری میں عمل کا درس دیتے ہیں ۔علامہ اقبال اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ پل سے ہی زندگی بنتی ہے اچھے اعمال جنت کی طرف اور برے اعمال جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی شفاعت ہی کنارہ لگنے میں مدد دے گی۔ بابا بلھے شاہ بھی فنافی اللہ ہونے کے لئے سرور کائنات، مولائے کل، امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی پیروی کو ہی نجات کا باعث سمجھتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کا ذکر بڑے ادب سے کرتے ہیں علامہ اقبال فرماتے ہیں:

ے ''کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں۔''(7)

بلھے شاہ بھی نیک اعمال کے ساتھ ساتھ حضرت محمد ﷺ سے وفا اور ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں جیسا کہ فارسی کا ایک مصرعہ ہے کہ '' باخدا دیوانہ باش'' بامحمد ہوشیار'' اس حوالے سے بلھے شاہ فرماتے ہیں:

''عملاں مسیتی ہوون نبیڑے
نبی لنگھاوے پار
واہ واہ چھنج پئی دربار

خلق تماشے آئی یار"“(8)

اب کو پہچاننے کے لئے اپنے آپ کو پہچاننا ضروری ہے عقیدہ اور عمل درست کرنا لازم ہے اور ایک مسلمان کی نجات حضرت محمد ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہونے اور رب تعالیٰ کے احکامات کی تکمیل میں ہے بلھے شاہ لاکھ انقلابی‘ سیکولر نڈر، بے باک بے دھڑک اور باغی سہی پر رندی اور مستی اور مجذوبیت باوجود طریقت کے منکر نہیں شریعت کے خلاف نہیں بلکہ حقیقت اور ادراک کے ذریعے موفت ربی کے خواہش مند ہیں وہ مست الست ضرور تھے عقل و شعور کی آنکھ کھلی رکھتے ہیں اور شریعت کے پابند معلوم ہوتے ہیں جیسے لکھتے ہیں:

”شریعت ساڈی دائی اے طریقت ساڈی مائی اے

اگوں حق حقیقت پائی اے اتے معرفتوں کجھ پایا اے“(9)

اسی عمل کا درس دیتے ہوئے علامہ اقبال قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے“(10)

بلھے شاہ اور علامہ اقبال اخوت اور رواداری کا درس دیتے ہیں وہ نفرت مذہبی تعصب اور فرقہ روایت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہم بلھے شاہ کو پڑھ لیں یا علامہ اقبال کو دونوں شعراء امن اور پیار اور انسان دوستی کا پیغام دیتے ہیں۔ اس حوالے سے رانا محمد فضل الرحمان لکھتے ہیں:

” پنجابی دی روح نوں نفرت تے تنگ نظری ورگے روگ

چمڑے ہوئے سن اجیہے ویلے بلھے شاہ نے آکے ایہناں

سمرے ناسوراں اتے اپنی انسان دوستی تے جگ پیار

دا پھنبا دھریا۔“(11)

بلھے شاہ نے تقسیم اور مذہبی فرقہ واریت کا اُپاء فلسفہ ہمہ اوست میں تلاش کیا ہے اُنھیں ہر انسان میں رب نظر آیا وہ انسانیت سے پیار کرنے والے اور انسان دوستی گیت گانے والے شاعر ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب قوم اور فرقے کے لوگ بڑی محبت اور شوق سے انہیں پڑھتے ہیں۔ اور شاعر کو اپنی اس آفاقیت کا احساس ہے۔ خود کو افضل اعلیٰ دار رفع سمجھنا اور دوسروں کو حقیر جاننا تکبر ہے تکبر حق کی مخالفت کا نام ہے فرعون اور نمرود تکبر کی وجہ سے تاریخ میں نشانِ عبرت بنے۔ تکبر بڑائی نمرود یہ سب اللہ پاک عز و جل کے لئے ہے اس لئے کسی بھی انسان کو غرور میں مبتلا ہونا زیب نہیں دیتا اس حوالے سے مکتبہ المدینہ میں درج ہے:

”تکبر کرنے والے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی غلام بغیر اجازت

بادشاہ کا تاج پہن کر اس کے شاہی تخت پر براجمان ہو جائے۔“(12)

انسان ہر معاملے میں بے بس اور بے اختیار ہے اُسے اپنی بھوک، پیاس، خوشی، غمی، صحت بیماری، زندگی موت کسی بھی چیز پر کوئی اختیار نہیں اس لئے اُسے چاہیے کہ وہ اپنی حیثیت، حقیقت، اصلیت اور اوقات کو کبھی نہ بھولے۔ انسان دنیا میں جتنی مرضی ترقی کرے اُونچے عہدے اور مقام اور مرتبہ حاصل کرلے پر اللہ تبارک تعالیٰ کے سامنے اس کی کچھ بھی حیثیت نہیں۔ باشعور انسان عجز و انکسار کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ نہ صرف خود عاجزی و انکساری کی درخشندہ مثال بنتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اللہ تبارک تعالیٰ سے ڈرنے والے اور عاجز بندے بننے کی تلقین کرتے ہیں بابا بلھے شاہ اور علامہ اقبال دونوں شعراء کی شاعری میں ہمیں عاجزی کو اختیار کرنے کے حوالے ملتے ہیں:

؎ ''کرماں نہ حسن جوانی دا
یہ دیس نہ رہن سیلانی دا
کوئی دنیا جھوٹی فانی دا
نہ رہسی نام نشان کڑے'' (13)

حضرت علامہ اقبال بھی بلھے شاہ کی طرح تکبر کی مذمت کرتے ہیں اور تلقین کرتے ہیں کہ انسان اپنی اوقات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی ذات اپنی اوقات اور اپنی حقیقت پر غور کرے، فرماتے ہیں:

؎ ''مت کر خاک کے پتلے پر غرور بے نیازی
خود کو خود میں جھانک کر دیکھ تجھ میں رکھا کیا ہے۔ (14)

اللہ تبارک تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجا اور اُس کو علم عطا فرمایا اس کی شخصیت کی تشکیل کے لئے اسے شعور اور نفس عطا کئے خلوص محبت، پیار ایثار قربانی، تحمل بردباری برداشت اور درگزر کے ساتھ ساتھ نفرت، غصہ، حسد غرور، لالچ، جنسی ہوس جیسے جذبات کا ادراک عطا کیا، صراط مستقیم اور بے راہ روی کا شعور دیا اور یہ سمجھ عطا کی کہ اگر وہ اپنے نفس کو اپنے قابو میں کرلے اور اپنی میں کو چھوڑ کر دوسروں کے ساتھ بھلائی اور ان کی فلاح کے لئے کام کرے تو وہ دنیا و آخرت کی کامیابیاں سمیٹ سکتا ہے اس حوالے سے پروفیسر سردار خان رقمطراز ہیں:

''باقی مخلوق سے ہٹ کر انسان قانون کی بنیاد ایثار اور قربانی پر رکھی گئی۔''' (15)

انسانیت کے لئے احساس رکھنے والا دل سب سے قیمتی ہوتا ہے۔ اپنے لئے تو سب ہی جیتے ہیں اپنی فکر تو سب ہی کرتے ہیں پر ان لوگوں جیسا کوئی نہیں ہو سکتا جو اپنے سے زیادہ دوسروں کی فلاح و بہبود کا خیال کرتے ہیں دوسروں کے ساتھ نیکی کرتے ان کے لئے درد رکھتے اور بھلائی کرتے ہیں۔ انسانیت کے کام آنے اُن ساتھ بھلائی کرنے کا درس ہر شاعر نے دیا ہے۔ رب تعالیٰ کا پسندیدہ بننے کے لئے اس کو راضی کرنے کے لئے اس کی مخلوق کو راضی کرنا ضروری ہے اللہ پاک

حقوق اللہ تو معاف فرمادے گا پر حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق تب تک معاف نہیں کرے گا جب تک خود بندے معاف نہ کر دیں اس لئے اللہ و بہود کو اپنا نصب العین بنا لیتے ہیں۔ڈاکٹر علامہ اقبال ایسے ہی لوگوں کو سراہتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے

آتے ہیں جو کام دوسروں کے''(16)

تاریخی اعتبار سے بلھے شاہ کا زمانہ سترہویں صدی کا آخری اور اٹھارہویں صدی عیسوی کے درمیان کا ہے۔اس وقت پنجاب کے حالات بہت خراب تھے۔مغلیہ بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی وفات کے بعد مغل کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔اس وقت کے حالات دیکھ کر پورے ملک میں شورشیں برپا ہونا شروع ہو گئیں۔اُس وقت کے حالات دیکھ کر پورے ملک میں سوزشیں برپا ہونے لگیں دکن میں مرہٹوں نے' بنگال میں انگریزوں ،شمالی ہند میں راجپوتوں اور پنجاب میں سکھوں نے سر اُٹھانا شروع کر دیا۔اس وقت پنجاب کا گورنر عبدالصمد خان تھا جو کہ اعلیٰ منتظمی کے باوجود حالات کو قابو میں نہ رکھ سکا پنجاب میں مختلف قوموں نے حکمرانوں کو مصیبت میں ڈالے رکھا قتل وغارت اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا سکھوں اور راجوں کی بغاوتوں کی وجہ سے پنجاب کا امن برباد ہو گیا اور پھر نادر شاہ اور احمد ابدالی کے حملوں نے پنجاب پر چڑھائی کر کے یہاں تباہی پھیر دی۔اس صورتحال کو بلھے شاہ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

''در کھلا حشر عذاب دا   براحال ہویا پنجاب دا''(17)

علامہ اقبال تاریخ کی اہمیت سے بخوبی واقف ہیں۔اُن کا کلام ہمہ گیر،جامع اور تاریخ کا آئینہ دار ہے۔تاریخ اصل میں،رونما ہونے والے حادثات،واقعات اور اعمال وافعال کا نام ہے۔ علامہ محمد اقبال تاریخ نویس نہیں تھے۔لیکن ہم اُن کو تاریخ دان ضرور کہہ سکتے ہیں۔وہ اُن لوگوں کی طرح نہیں تھے جو کہانیاں اپنے دل بہلانے کے لئے سنتے ہیں بلکہ وہ تاریخ سے سبق اور عبرت حاصل کرنے کی بات کرتے ہیں۔میر جعفر اور میر صادق سے ہم سب واقف ہیں مگر علامہ اقبال نے یہ شعر لکھ کر تاریخ رقم کر دی ہے۔لکھتے ہیں۔

''جعفر ابنگال وصادق ادکن

ننگ آدم' ننگ دین' ننگ وطن''(18)

بلھے شاہ چاہے مجذوب اور اللہ لوک شاعر تھے پر پھر بھی بڑی عقل ودانائی اور حکمت سے بھرپور باتیں کہہ گئے اُن کا کہنا تھا کہ دنیا فانی ہے نمرود و تکبر میں کچھ نہیں رکھا۔نیک اور اچھے عمل ہی ساتھ جانے والے ہیں فلسفہ وحدت الوجود اور عشق ربی اُن کے کلام کا خاصہ ہے وہ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ کو پانا ہے اُس کو اپنے دل میں بسانا ہے تو اپنے دل کو ہر طرح کی آلودگیوں اور آلائشوں سے پاک کرنا ہو گا۔عبادت اور اعمال میں اخلاص ہو گا تو ہی رب تعالیٰ دل کے محلے میں بس سکتا ہے اسی بات کا اقرار کرتے ہوئے بلھے شاہ فرماتے ہیں۔

''بلھے شاہ رب تائیوں ملدا

پاک محلہ ہووے دل دل"(19)

اللہ پاک انسان کے ہر عمل کو اس کی نیت اور اخلاص کے تناظر میں دیکھتا ہے اور اس کا اجر و ثواب دیتا ہے کوئی کام جتنا بھی مشقت طلب، مشکل اور اچھا کیوں نہ ہو اگر دل صاف نہ ہو اور نیت میں اخلاص نہ ہو تو وہ نیکی اور عبادت سوائے مشقت کے کچھ نہیں ہوتی اسی حقیقت پر روشنی ڈالتے اور بلھے شاہ کے خیالات سے مطابقت پیدا کرتے ہوئے علامہ اقبال بھی دل کی صفائی پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جو میں سر بہ سجدہ ہوا کبھی تو میں سے آنے لگی صدا

تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں"(20)

سچے عاشق یا عشق حقیقی کی راہ پر چلنے والے اپنے گھر آرام آسائشیں بھول کر اپنی منزل کے حصول کے لئے نکلتے ہیں اور بات صرف یہیں ختم نہیں ہو جاتی عشق صرف خواہش اور شاہت کا نام نہیں ہے بلکہ عشق تو قربانی کا نام ہے لٹانے کا نام ہے اپنے آپ کو بھول جانے کا نام ہے اس راہ پر چلتے ہوئے جن مشکلوں پریشانوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو دکھ جھیلنے پڑتے ہیں سچے عاشق ان کی پرواہ کئے بغیر نکل پڑتے ہیں اور آخر کار اپنی منزل کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور جو اپنے ارادے پختہ ت اور مصمم رکھتے ہیں وہ طلاطم خیز موجوں سے کبھی بھی نہیں گھبراتے۔ اس حوالے سے بابا بلھے شاہ فرماتے ہیں:

" جیس نے ویس عشق دا کیتا

دھر درباروں فتویٰ لیتا

جدوں حضوروں پیالہ پیتا

کجھ نہ رہیا سوال جواب"(21)

جو لوگ رب تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اپنے ارادوں میں مضبوطی اور اپنے ولولوں مین پر جوشی سنبھالتے ہیں ان کی منزل خود چل کر ان کے پاس آجاتی ہے بابا بلھے شاہ کی طرح علامہ اقبال بھی اسی فلسفے کے داعی ہیں اس لئے لکھتے ہیں۔

"جو یقین کی راہ پہ چل پڑے

اُنہیں منزلوں نے پناہ دی"(22)

صبر برداشت خاص پیغمبری وصف ہیں۔ امن اور اچھے حالات میں در گزر کرنا آسان ہے مگر پتہ تو تب چلتا ہے کہ جب انتقام اور بدلہ لینے کا وقت ہو انسان طیش میں ہو اور وہ پھر صبر اور در گزر کر جائے۔ حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ ایسے کئی واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں اُنہوں نے صبر و برداشت کا دامن تھامتے ہوئے دوسروں کو بھی برداشت اور در گزر کرنے کا درس دیا اور۔۔۔ روشن کو اللہ کو اللہ والوں بزرگوں اور صوفی شعراء نے بھی اپنایا بلھے شاہ صوفیانہ سلسلے کے بڑے شاعر اور کامل صوفی ہیں ان پر باغی ہونے اور کفر کے فتوے بھی لگے پر وہ پھر بھی صبر و برداشت کی مثال بنے رہے ہیں جیسے وہ لکھے ہیں۔

''بلھیا عاشق ہوئیوں رب دا ملامت ہوئی لاکھ

تینوں کافر کافر آکھدے توں آہو آہو آکھ ''(23)

جس انسان کے اندر کچھ ہوتا ہے اُس کا حوصلہ بھی اتنا ہی بلند ہوتا ہے اس میں برداشت کرنے کی قوت بھی اُتنی ہی ہوتی ہے پھل درخت کو ہی ہمیشہ پتھر لگتے ہیں اور وہ پتھر کھا کر بھی بدلے میں پھل دیتا ہے۔ اس لئے جو لوگ ہمت نہیں رکھتے صبر و برداشت سے عاری ہوتے ہیں وہ علم و حکمت اور اللہ پاک کے تمام انعامات سے بھی محروم رہتے ہیں اسی اہم نقطے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں۔

؎ سمجھو وہاں پھل دار شجر کوئی نہیں ہے

وہ صحن کے جس میں کوئی پتھر نہیں گرتا۔''(24)

بابا بلھے شاہ اور ڈاکٹر محمد اقبال کی شاعری تمام تر خوبیوں سے مزین ہے۔ ان شعراء کی شاعری آب حیات کے مانند ہے اور اس میں سے حیات اور زندہ دلی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ بلھے شاہ اور علامہ اقبال کے ادوار میں کافی فرق ہیں لیکن اُن کی سوچ اور افکار میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہ بات بے جا نہ ہوگی شاعر معاشرے کا حساس تر فرد ہوتا ہے اور وہ تمام تر معاملات کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اس لئے دونوں شعراء کے کلام میں جہاں رب کی واحدانیت نبی پاک سے محمد شریعت پر عمل کا درس، اخوت رواداری، امن پیار، اخلاص نیت، تاریخی حوالے، پند و نصائح یقین کی طاقت، خدمت خلق کا درس، دنیا کی بے ثباتی، حقیقی زندگی کا ادراک تکبر کی خدمت اور برداشت کا درس ملتا ہے۔

حوالہ جات

1۔انعام الحق جاوید، ڈاکٹر، امجد علی بھٹی، کلام بُلھے شاہ، لاہور: عزیز پبلشرز، ۲۰۰۴، ص:۸۶

۲۔علامہ اقبال، کلیات اقبال اردو، اسلام آباد: اقبال اکادمی پاکستان، نیشنل بک فائونڈیشن، ۱۹۹۰، ص:۱۶۰

۳۔ڈاکٹر انعام الحق جاوید، امجد علی بھٹی، کلام بلھے شاہ، ص:۳۳۰

۴۔اسیر عابد، مترجم: جبریل اُڈاری، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۴، ص:۱۱۶

۵۔علامہ اقبال، کلیات اقبال اُردو، ص:۱۶۸

۶۔انعام الحق جاوید، امجد بھٹی، کلام بلھے شاہ، ص:۳۷

۷۔علامہ اقبال، بانگ درا، لاہور: فرخ پبلشرز، ۲۰۰۲، ص:۲۵۳

۸۔انعام الحق جاوید، امجد علی بھٹی، کلام بلھے شاہ، ص: ۲۹۴

۹۔ایضا، ص: ۱۴۵

۱۰۔علامہ اقبال، کلیات اقبال اردو، ص:۱۶۸

۱۱۔سعید خاور بھٹہ، سانجھ وچار، لاہور: اے ایچ پبلشرز، ۱۹۹۷، ص:۴۹۰

۱۲۔مجلس مدینہ، تکبر، کراچی: مکتبہ المدینہ باب المدینہ، ۲۰۰۹، ص:۱۶

۱۳۔ انعام الحق جاوید، امجد بھٹی، کلام بلھے شاہ، ص:۲۹۱

۱۴۔علامہ اقبال، بانگ درا، ص:۲۳۳

۱۵۔سردار خان، پروفیسر، قرآن حکیم کی نظر میں، فیصل آباد: سنگری پبلشرز، ۲۰۲۲، ص:۹۔

۱۶۔علامہ اقبال، کلیات اقبال اردو، ص:۴۳

۱۷۔ انعام الحق جاوید، امجد بھٹی، کلام بلھے شاہ، ص:۱۱۴

۱۸۔علامہ اقبال، جاوید نامہ، فرخ پبلشرز، لاہور: ۲۰۰۲، ص:۱۳

۱۹۔ انعام الحق جاوید، امجد بھٹی، کلام بلھے شاہ، ص:۲۳۳

۲۰۔ انعام الحق جاوید، امجد بھٹی، کلام بلھے شاہ، ص:۲۳۷

۲۱۔علامہ اقبال، جاوید نامہ، ص:۵۹

۲۲۔عامہ اقبال، بال جبریل، ص:۱۳

۲۳۔ انعام الحق جاوید، امجد بھٹی، کلام بلھے شاہ، ص:۲۶۷

۲۴۔ قتیل شفائی، رنگ خوشبو روشنی، دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو، ۲۰۱۱، ص: ۵۲